(أقيموا الصلوة)

نئ تصنیف ۱۴۴۲ھ

قومہ جلسہ کا وجوب

اورتعدیلِ ارکان کا وجوب

اوراس میں کوتاہی کا برا انجام

تراویح میں ائمہ کی کوتاہی اوراس کا انجام

تخفیف صلوۃ کا صحیح مفہوم حدیث وفقہ حنفی کی روشنی میں

(نئ تحریر شعبان ۱۴۴۲ھ سوال، جواب)

تحریر

شیخ الحدیث حضرت مولانا

فضل الرحمٰن الاعظمی

دامت بركاته وأدام الله فيوضه

آزادول جنوبی افریقہ

(+27) 065 867 4237 083 297 8648

فہرست

۱ **سوال:** فرض نماز میں دعاء کا حکم، تخفیف صلوۃ کا مطلب	۳
۲ **جواب:** رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ تقریباً برابر ہوں	۴
۳ شیخ محمد زکریا، شیخ الہند، علامہ کشمیری اور ملا علی قاری رحمہم اللہ کی شکایت	۶
۴ معدل الصلوۃ کا ذکر علامہ شامی کے کلام میں	۹
۵ تراویح کی شکایت (علامہ شامیؒ و مفتی عبد الرحیم لاجپوریؒ)	۱۱
۶ کوتاہیاں اور انجام	۱۴
۷ دوسری خرابی: تکبیرات انتقالیہ کا بے محل ہونا	۱۴
۸ قومہ، جلسہ کی دعائیں چھوڑنے کا انجام	۱۵
۹ حرمین شریفین کی خوبی	۱۶
۱۰ قومہ، جلسہ اور ان میں اطمینان کا حکم شرعی	۱۶
۱۱ دلائل پر بحث	۲۰
۱۲ رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ میں اذکار کی بحث	۲۳
۱۳ اعلاء السنن کی بحث کا خلاصہ اور اس پر تبصرہ	۲۷
۱۴ سوال: تخفیف صلوۃ کی بحث	۳۴
۱۵ تجوید کی رعایت کرتے ہوئے تیزی کے ساتھ پڑھنا	۳۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن الاعظمی (دامت برکاتہ)

آپ کی خدمت میں ۲ سوال پیش کرنا چاہتا ہوں:

الاول: کیا امام فرض صلاۃ میں جلسہ کی دعا پڑھ سکتا ہے، جبکہ شامی میں مذکور ہے کہ جلسہ کی دعا نہیں پڑھنا چاہئے تاکہ صلاۃ زیادہ طویل نہ ہوجائے اور امام کو ترغیب دی جاتی ہے تخفیف الصلاۃ کا .

الثانی: وہ حدیث جو بخاری میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کا قومہ، جلسہ، سجدہ قریبا من السواء، کیا یہ آپ ﷺ کے فرض صلاۃ کے بارے میں ہے یا نوافل کے بارے میں؟

زبیر کاکا دارالعلوم خیر المدارس میفر ویسٹ جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب واللہ المُلہم بالصواب

(۱)۔ شامی میں تمہاری عبارت مجھ کو نہیں ملی، بلکہ یہ ملا کہ جب صاحب درمختار نے

یہ لکھا کہ(لیس بینھما ذکر مسنون) تو شامی نے لکھا: مسنون نہ ہونے سے جواز کی نفی نہیں ہوتی، **عدمُ کونہ مسنونا لا ینافی الجواز کالتسمیۃ بین الفاتحۃ و السورۃ** (سورۂ فاتحہ وسورہ کے درمیان بسملہ پڑھنا بھتر ہے (شامی)

اور یہ بھی شامی نے لکھا کہ امام ابو یوسف نے امام اعظم سے پوچھا کہ رکوع وسجود سے اٹھنے کے بعد **اللّٰھم اغفر لی** پڑھے؟ تو امام صاحب نے فرمایا: **ربَّنا لک الحمد** پڑھے.اھ

شامی لکھتے ہیں کہ منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ مکروہ نہیں ورنہ منع فرماتے،

پھر لکھتے ہیں کہ مناسب ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان مغفرت کی دعا مستحب ہوتا کہ امام احمد کے اختلاف سے نکل جائیں، کیونکہ ان کے یہاں اس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے. اھ ملخصا . (۱/۳۷۳ رشیدیہ)

امام کو تخفیف صلوۃ کا جو حکم ہے اسکا تعلق قیام اور قراءت سے ہے، رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ سے نہیں، حضرت معاذ بن جبلؓ کے قصہ سے یہ بات ظاہر ہے، حضرت ﷺ نے ان کو اوساط مفصل کی سورتیں عشاء کی نماز میں بتائیں، رکوع اور سجدہ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، شامی نے لکھا ہے کہ ہمارے فقہاء نے فرمایا کہ سنن ونوافل میں قومہ میں **ملأ السموات** والی دعا اور جلسہ میں **اللّٰھم اغفر لی** والی دعا پڑھنا مسنون ہے: **لقولھم اِن مصلی النافلۃ ولو سنۃ یُسنّ لہ أن یأتی بعد التحمید بالأدعیۃ الواردۃ نحو ملأ السموات والأرض الی آخرہ واللّٰھم اغفر لی وارحمنی بین السجدتین.** (شامی ۱/۳۶۰ رشیدیہ)

اس سنت پر کتنے مسلمان علماء فقہاء مفتیان کرام عمل کرتے نظر آتے ہیں؟ یہ سنت متروک ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو اس امام پر تنقید کرتے ہیں جو قومہ جلسہ کی دعا پڑھتا ہے کہ اس

سے گرانی ہوتی ہے، اگر خود سنن ونوافل میں پڑھتے ہوتے تو گرانی کا کوئی تصور نہ ہوتا، میں پڑھتا ہوں بتوفیق اللہ تعالے، کیونکہ میں اس کی دعوت دیتا ہوں، اگر کوئی امام قومہ جلسہ کی دعا نہیں پڑھتا تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میری نماز میں نقصان ہوا، لیکن بخاری شریف کی حدیث سے میں تسلی لے لیتا ہوں، نبی ﷺ نے فرمایا: **یصلون لکم فان أصابوا فلکم و لھم و ان أخطأوا فلکم و علیھم.** (بخاری ص۹٦ ومسند احمد)

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا : **باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود** ص۹۷، اسکے ذیل میں علامہ کشمیریؒ کی تقریر فیض الباری میں ہے کہ امام بخاری تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ تخفیف کی جگہ قیام ہے، رکوع، سجدہ ہمیشہ پورے ہوں گے. (فیض ۲/۲۳۲) قومہ اور جلسہ کا حکم بھی رکوع سجدہ جیسا ہے، ہمیشہ اطمینان سے ہوں گے.

۲۔ براء بن عازبؓ کی حدیث امام بخاریؒ نے تین ابواب میں ذکر کی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کا رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ تقریباً برابر تھا سوائے قیام اور قعود کے: ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۳، امام بخاری اور دیگر محدثین اپنی کتابوں میں جو ابواب قائم کرتے ہیں وہ فرائض ہی سے متعلق ہوتے ہیں، فرض ہی نمازوں کے بارے میں فرمایا: **صلوا کما رأیتمونی أصلی،** بخاری ص ۸۸، ۸۸۸

براء بن عازبؓ گھر کے صحابی نہیں تھے کہ گھر میں نفل نماز دیکھ کر یہ بیان دے رہے ہیں، مسجد میں فرض نمازیں دیکھتے تھے، سنن ونوافل تو آپ ﷺ عام طور سے گھر ہی میں پڑھتے تھے، اسی کو بیان فرمایا: **خیر صلوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ**، کبھی کبھی لوگوں کے سامنے حضر یا سفر میں سنت ونفل پڑھتے، براء بن عازبؓ ترک رفع یدین بھی نقل کرے ہیں، کیا وہ

صرف نفل پر محمول ہوگی؟ اس حدیث کو سنت و نفل کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل معلوم نہیں، بلکہ ترمذی جلد ثانی میں کتاب الدعوات میں (۲/۱۸۰) قومہ کی دعا ملأ السموات والی مذکور ہے، اس میں فی صلوۃ مکتوبۃ کا لفظ بھی آیا ہے، اور امام ترمذی نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، پھر بھی اسکو نفل کے ساتھ خاص کرنا بہت خطرناک کام ہے، حدیث شریف کے ساتھ کھیل ہے.

حنفیہ کی نماز میں قومہ جلسہ میں بے اطمینانی کی شکایت حضرت شیخ مولانا زکریاؒ نے بھی فضائل نماز میں لکھی ہے، فرمایا: عام طور سے جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کا حال یہ ہے کہ رکوع میں گئے تو وہیں سے سجدہ میں چلے گئے اور پہلے سجدہ سے بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ دوسرے سجدہ کیلئے کوّے سی ٹھونگ ماردی، ایسی نماز کا حشر بتادیا گیا کہ منہ پر ماردی جاتی ہے اور بددعا دیتی ہے کہ اللہ تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے برباد کیا، آج ہر طرف بربادی، تباہی کی آوز ہے، یہ گلہ کیوں ہے، یہ ہماری نماز کی بددعا ہے. (فضائل نماز معنیً)

حضرت شیخ کاندھلویؒ سے پہلے حضرت شیخ الھند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے بھی لوگوں کی شکایت کی ہے، اس کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم میں نقل کیا کہ ہاں مطلق اطمینان اور اتنی دیر رکوع، قومہ، دونوں سجدوں اور جلسہ میں ٹہرنا اور جمنا جسکا اعتبار کیا جائے یہ معروف، معتاد اور یقینی امر ہے جس کے مؤکد اور حتمی ہونے سے انکار ممکن نہیں ہے، اور لوگ اس سے اس زمانہ میں غافل ہیں، و اللہ المستعان وعلیہ التکلان. (فتح الملہم ۲/۸۸ قدیم نسخہ)

قاضی شوکانی کی شکایت کو بھی علامہ عثمانیؒ نے بغیر ردوقدح کے نقل کیا، شوکانی لکھتے ہیں: اس سنت کو جو صحیح احادیث سے ثابت ہے لوگوں نے خواہ محدث ہوں یا فقیہ یا مجتہد یا مقلد سب نے چھوڑ رکھا ہے، کاش میں جان لیتا کہ ان لوگوں نے کس دلیل پر بھروسہ کیا ہے؟ واللہ

المستعان . (نيل الأوطار ۲/۲۹۳)

علامہ عثمانیؒ نے شوکانی کا یہ کلام بغیر ردوقدح کے نقل کیا اور اس کے بعد معاً شیخ الہند کا وہ کلام جو اوپر گزرا، اس سے ظاہر ہے کہ مولانا بھی اس عام غفلت پر اظہارِ افسوس کر رہے ہیں، **فیا لیت قومی یعلمون .**

علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اس کی شکایت کی اور بار بار کی، اور اس کا علاج بھی بتایا، فرمایا: رکوع، سجدہ میں چونکہ تسبیحات پڑھی جاتی ہیں اس لئے ان میں کوتاہی نہیں ہوتی (بہت کم ہوتی ہے)، قومہ اور جلسہ میں کثرت سے یہ کوتاہی واقع ہوتی ہے، اسلئے میں کہتا ہوں کہ ان دونوں میں بھی اذکار کا اہتمام کرنا چاہئے. (فیض الباری ۲/۳۰۹) نیز دیکھئے (معارف السنن ۳/۶۸)

شریعت مطہرہ نے فرائض کی تکمیل کیلئے واجبات کو مشروع کیا اور واجبات کی تکمیل کیلئے سنن کو. (شامی ۱/۳۴۳ رشیدیہ)، اسلئے یہ سنت جب چھوڑی گئی تو اللہ تعالی نے اس سنت کی ناقدری کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو واجب سے محروم کر دیا، اب شور مچانے سے کوئی فائدہ نہیں، علاج صرف یہی ہے کہ سنت کو مضبوطی سے پکڑا جائے، **و اللّٰہ المستعان**

امام سرخسیؒ نے مبسوط میں لکھ دیا کہ یہ اذکار فرائض میں جائز نہیں، علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ متروک ہے، پسندیدہ بات وہ ہے جو محقق ابن امیر حاج نے بیان فرمائی ہے. (فیض الباری ۲/۳۰۱)

آج بھی جو لوگ کہتے ہیں کہ فرائض میں یہ اذکار جائز نہیں ان کا قول بھی مردود ہے، وہ سرخسی سے اونچے نہیں ہیں، مردود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ براء بن عازبؓ کی مذکورہ حدیث

کے خلاف ہے،ترمذی کے حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں **فی صلوة مکتوبة** کا لفظ ہے اورقومہ کی دعا **ملأ السموات** والی مذکور ہے.

امام طحاویؒ نے مشکل الآثار میں جلسہ کی دعاذکر کی اورفرمایا: **واستعماله احياء لسنة من سنن رسول الله ﷺ واليه نذهب واياه نستعمل** . (مشکل الآثار ۱ر ۳۰۸قدیم نسخہ) اس میں فرض ونفل کی کوئی تفصیل نہیں ہے.

ان سے پہلے ملاعلی قاری م۱۰۱۴ھ نے تعدیل ارکان میں قوم کی شکایت کی،لکھا: حمد وصلوۃ وسلام کے بعد! اپنے رب کے کرم کامحتاج علی بن سلطان قاری کہتا ہے کہ جب میں نے عام جہلاء کو دیکھا بلکہ اکثر علماء اور فضلاء کو بلکہ ان لوگوں کو جو شیخ ہونے کے مدعی ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اولیاء اور برگزیدہ لوگوں میں شامل ہیں ان کو بھی دیکھا کہ نماز کو جس طرح ادا کرنا واجب ہےاوراس کی تکمیل جس طرح متعین ہے ادانہیں کرتے ،خاص طور سے رکوع،سجدہ کے رکن میں اوران کے بعد جوآتے ہیں: قومہ، جلسہ اورقعود میں،اور یہ مصیبت عام ہوچکی ہے، ہر جگہ ہرزمانہ میں انفراداً واجتماعاً موجود ہے،عبادت ایک عادت بن چکی ہے، سمجھدار اور بے وقوف سب اس میں مبتلا ہیں ، عام لوگوں نے خاص لوگوں کی پیروی کررکھی ہے، اپنی پوری جہالت کی وجہ سے ان کو معلوم نہیں کہ اس زمانہ کے علماء کی پیروی جائزنہیں بلکہ ان کے اقوال پر ضرورۃ عمل کرنا بہتر ہے، عالم کے فساد سے پورے عالم میں فساد پھیلا ہوا ہے،راستہ سے ہٹ گئے،تھوڑے لوگ ہیں جوگمراہ نہیں ہیں،اور بہتوں کوسیدھے راستہ سے گمراہ کررکھا ہے، کہ سلف صالحین کا طریقہ عبادات میں احتیاط کا تھا اس کو چھوڑ رکھا ہے،ان پرقرآن کی یہ آیت صادق آتی ہے: **فخلف من بعدهم خلفٌ أضاعوا الصلوة واتّبعوا الشهوات** . (مریم

۵۹) ہاں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالے ان کی سیئات کو حسنات سے بدل دیں گے. (فرقان ۷۰) یہ دیکھ کر خیال پیدا ہوا کہ اس پر لوگوں کو متوجہ کیا جائے، کیونکہ دین خیر خواہی ہی کا نام ہے . الی آخرہ .

یہ کتاب ترجمہ کے ساتھ آزادول سے شائع ہوئی ہے.

اس سے بھی پہلے علامہ برکلی (یا برکوی) شیخ محمد آفندی رومی حنفی صوفی متوفی ۹۸۱ھ نے بھی معدل الصلوۃ کے نام سے کتاب لکھی اور تعدیل کے ترک پر جو آفات اور نقصانات مرتب ہوتے ہیں ان کو بیان کیا، اس کے بہت سے نسخے ملے ہیں اور کئی شروح بھی، علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں اس کتاب کے مطالعہ کا مشورہ یا حکم دیا ہے، یہ کتاب بھی ترجمہ کے ساتھ آزادول سے شائع ہوئی، پھر ہندوستان میں بھی.

شامی لکھتے ہیں: اس کتاب میں علامہ برکلی نے تعدیل کے مسئلہ کی بہت تفصیل ذکر کی ہے، اور وجوب کے دلائل پھیلا کر ذکر کئے ہیں اور تعدیل کے ترک پر جو آفات مرتب ہوتی ہیں ان کو بتایا کہ (۳۰) ہیں اور رات دن کی نمازوں میں جو مکروہات لازم آتے ہیں ان کو بتایا کہ (۳۵۰) تین سو پچاس سے زیادہ ہیں، مناسب ہے کہ اس رسالہ کو دیکھا جائے اور مطالعہ کیا جائے.(شامی ۱/۳۴۳ رشیدیہ)

علامہ برکلیؒ رسالہ کے شروع میں حمد وصلوۃ وسلام کے بعد لکھتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن کو زمین میں خلافت ملی نماز قائم کی اور زکوۃ دی، بھلائی کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا، ان کے بعد ایسے لوگ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوات کی پیروی کی اور نماز کا حق ادا نہیں کیا، بلکہ نماز کے سنن و واجبات کو چھوڑ دیا، خاص طور سے قومہ جلسہ کے اطمینان کو،

اوراس کے چھوڑنے پر اتفاق کرلیا، صرف وہ بچے جن کو اللہ تعالی نے بچایا، اکثر لوگوں نے تو سرے سے قومہ اور جلسہ ہی کو چھوڑ دیا، تم لوگوں کو دیکھو گے کہ ان کیلئے سر ہی نہیں اٹھاتے اور بعض لوگ رکوع اور سجدہ بھی پورا نہیں ادا کرتے، گویا کہ ان سے رکوع اور سجدہ تام ادا کرنے کو کہا ہی نہیں گیا، بربادی اور تباہی ہے ان لوگوں کیلئے جن کی نماز میں یہ نقصان اور عیب ہے.

یہ مصیبت چونکہ عام ہوگئی ہے اور بڑی معصیت ہے، ملکوں اور بندوں میں عام ہے، اور کسی گناہ کو دیکھ کر اس پر راضی رہنا اس گناہ کے کرنے ہی کی طرح ہے، کیونکہ نکیر واجب کا ترک گناہ ہے تو مجھے غیرت لاحق ہوئی اور مجھ کو اس پر آمادہ کیا کہ میں ایک رسالہ لکھوں، اس میں وجوب کے دلائل ذکر کروں اور ترک (واجب) کی آفات بتاؤں تاکہ اس منکر پر راضی نہ سمجھا جاؤں اور میری طرف سے عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی ہو اور قیامت کے دن کیلئے ذخیرہ ہو، اس کام کی طرف ایسی ذات کی طرف سے مجھے اشارہ ملا ہے کہ میں ان کی مخالفت نہیں کرسکتا اور انکے ساتھ موافقت کے سوا میرے لئے کوئی گنجائش نہیں تو میں نے اس کام کیلئے پوری ہمت کرلی اور رب تعالی پر بھروسہ کرلیا. (معدل الصلوۃ مترجم طبع مئوناتھ بھنجن انڈیا ص ۱۸)

اس کتاب کا غور سے مطالعہ کرنا چاہئے، علامہ شامیؒ نے اسکا مشورہ دیا ہے کما مر، یہ حنفی علماء ہیں جو اپنے لوگوں کی شکایت کررہے ہیں، مخالفین کو چھوڑیئے، اسلئے اس کوتاہی کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، اور سب سے پہلے علماء اپنی نمازیں صحیح کریں پھر عوام صحیح کریں گے، ائمہ مساجد خود بھی عمل کریں اور عام مسلمانوں کو بار بار اس کی طرف توجہ دلائیں، ان کی ذمہ داری ہے، امام بخاریؒ نے تراجم ابواب میں اس کو بیان کیا ہے جیسا کہ بخاری پڑھے ہوئے لوگوں کو معلوم ہوگا اگر بھول نہ گئے ہوں، مسلمانوں کی نمازوں کی تصحیح علماء کی ذمہ داری

ہے، ان سب شکایت کرنے والوں میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی بات سب سے مکمل ہے کہ آپ نے بیماری کا علاج بتادیا، وہ ہے قومہ اور جلسہ کی دعاؤں کو پڑھنا، ائمۂ کرام مختصر دعائیں پڑھیں کہ رکوع وسجود کے برابر قومہ جلسہ ہوجائے اور منفرد جتنی چاہیں لمبی پڑھیں، بغیر دعا پڑھے اس غلطی کی اصلاح مشکل ہے، اس نکتہ کو یادرکھئے کہ واجبات کی تکمیل کیلئے سنن ہیں، سنن چھوڑنے پر خطرہ ہے کہ واجب چھوٹ جائے.

تراویح کی شکایت

تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے، علامہ شامی کی عبارت پہلے گذری کہ سنن ونوافل میں قومہ اور جلسہ کی دعائیں پڑھنا سنت ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ تراویح میں قومہ اور جلسہ کی دعائیں پڑھی جائیں، لیکن اس پر کہاں عمل ہے؟ لوگ کہیں گے کہ اس سے گرانی ہوتی ہے، تو صرف لکھا ہوا ہے، نہ انفراداً عمل ہے نہ اجتماعاً.

دوسری طرف لکھا ہوا ہے کہ تراویح میں ایک دفعہ قرآن ختم کرنا سنت ہے، قوم کی سستی کی وجہ سے اس کو چھوڑا نہیں جائیگا. (شامی مع درمختار ۵۲۲/۱ رشیدیہ)

تو اسی طرح یہاں بھی کہنا چاہئے کہ قومہ اور جلسہ کی دعاء سنت ہے، قوم کی گرانی کی پرواہ نہیں کی جائیگی، ان کو پڑھا جائے گا.

باوجودیکہ تراویح میں قرآن پورا کرنے کی دلیل صریح معلوم نہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور حضرت حکیم الامت تھانوی کو بھی معلوم نہیں تھی. (دیکھئے بوادرالنوادر اول ۳۴۹ طبع جاوددیوبند)

اگرچہ مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے اسکو ثابت کرنے کی بہت کوشش کی ہے. (دیکھئے

فتاوی رحیمیہ ۴/ ۴۰۵)

بہر حال جب مان لیا گیا کہ سنت ہے تو اس کو چھوڑیں گے نہیں، جیسے کوئی رکوع سجدہ کی تسبیحات چھوڑنے کو کہے یا فجر میں طوال مفصل کو چھوڑنے کو کہے کہ مجھے گرانی ہوتی ہے تو اس کی بات نہیں سنی جائیگی، سنت پر عمل کیا جائے گا، اگر چہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ تخفیف کا تعلق قیام اور قراءت سے ہے، لیکن تخفیف میں سنت کو نہیں چھوڑیں گے، سنت کے مطابق قراءت کریں گے تخفیف کی رعایت کرتے ہوئے .

درمختار میں ہے: امام تراویح میں منکرات سے پرہیز کرے گا، جیسے قراءت بہت تیزی سے کرنا، اعوذ باللہ اور بسم اللہ کو چھوڑنا، اطمینان، تسبیح اور استراحت کو چھوڑنا. (درمختار مع الشامی ۱/۵۲۳ رشیدیہ)

چار رکعات کے بعد استراحت تو صرف مستحب ہے، تسبیح، اعوذ باللہ، بسم اللہ سنت ہیں، ان کو چھوڑیں گے نہیں، اسی طرح قومہ اور جلسہ کی دعائیں بھی پڑھنی چاہیئے، چھوڑنی نہیں چاہیئے، وہ بھی سنن ونوافل میں سنت ہیں بتصریح علامہ شامیؒ .

فرض نماز میں فجر اور ظہر میں امام کو طوال مفصل کی دو سورتیں پوری پوری پڑھنی چاہیئے، **ویسن فی الحضر لامام و منفرد .... طوال المفصل .... فی الفجر والظهر أی فی کل رکعة سورة .... و فی الحجة یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا الخ** . (درمختار مع الشامی ۱/۳۹۹)

اور اطمینان سے پڑھنا چاہیئے، یہ ایک قول ہے جو راجح ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد ۴۰ یا ۵۰ یا ۶۰ آیتیں پڑھے. (ایضا)

بتائیے اس میں گرانی ہوگی یا نہیں؟ کیا قومہ اور جلسہ کی دعاؤں سے زیادہ یہ گرانی نہیں ہے؟ کس قدر عجیب بات ہے کہ یہ تو سنت ہو اور قومہ اور جلسہ کی دعائیں ناجائز ہوں، یہ کسی عقل سلیم میں آنے والی بات نہیں، جبکہ معلوم ہو چکا ہے کہ تخفیف کا تعلق قراءت وقیام سے ہے.

اگر مان لیا جائے کہ تخفیف کا تعلق اذکار سے بھی ہے تب بھی سنت اذکار کو نہیں چھوڑا جائیگا، جیسے سنت قراءت کو نہیں چھوڑا جائیگا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے عشاء میں اوساط مفصل کی سورتوں کو بتایا، قصار مفصل کی نہیں، یعنی سنت پر عمل ہوگا، یہ تخفیف ہے.

قال فی البحر عن البدائع :والجملة فيه أنه ينبغی للامام أن يقرأ مقدار ما يخف علی القوم و لا يثقل عليهم بعد أن يكون علی التمام و هكذا فی الخلاصة . اھ (شامی مع درمختار ۱/۴۰۰ رشیدیہ)

قال فی الدر : و يكره تحريما تطويل الصلوة علی القوم زائداً علی قدر السنة فی قراء ة و أذكار . اھ

قال الشامی : وقد بحثنا أن التطويل هو الزيادة علی القراء ة المسنونة، فانه ﷺ نهی عنه و قراء ته هی المسنونة . (درمختار وشامی ۱/۴۱۷ رشیدیہ)

تنبيه

فرض نمازوں سے زیادہ تراویح میں یہ غلطی پائی جاتی ہے کہ ائمہ کرام قومہ اور جلسہ اطمینانِ واجب کی مقدار میں ادا نہیں کرتے، سر اٹھاتے ہیں اور فوراً سجدہ کی طرف چل دیتے ہیں، مقتدی ابھی رکوع سے سر اٹھاتے ہیں جب تک امام صاحب سجدہ میں پہنچ جاتے ہیں، جب قوم سجدہ میں پہنچتی ہے تو امام صاحب سجدہ سے سر اٹھا دیتے ہیں، نہ واجب ادا ہوتا ہے نہ

مقارنت کی سنت ادا ہوتی ہے.

مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے ایک چھوٹی سی کتاب خاص تراویح میں ہونے والی کوتاہیوں پر تنبیہ کیلئے لکھی ہے، اس میں قومہ اور جلسہ کی اس کوتاہی پر بھی تنبیہ فرمائی ہے.

بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا: اگر کوئی تراویح نہ پڑھے تو اس کو سنت کو چھوڑنے کا گناہ ہوگا، اور جو لوگ اس طرح تروایح پڑھتے ہیں کہ رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ واجب مقدار میں ادا نہیں کرتے ان کو اس کو لوٹانا واجب ہے، نہیں لوٹاتے تو واجب کے ترک کا گناہ ہوگا، یہی حال ہر سنت ونفل نماز کا ہے، بڑی عبرت کی بات ہے اور امت کی بڑی جماعت اس میں مبتلا ہے، **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون**

اُسی مسجد میں زیادہ لوگ جاتے ہیں جہاں تراویح جلد ختم ہوتی ہو، خواہ ایسی ہی پڑھی جاتی ہو جس کا اعادہ واجب ہو اور ایسے امام کی تعریف بھی کی جاتی ہے.

مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے فتاوی رحیمیہ میں مجالس الابرار کے حوالہ سے بہت لمبی عبارت کا ترجمہ ذکر کیا ہے، دیکھئے مجالس الابرار ص ۱۹۱ مجلس نمبر ۲۹، فتاوی رحیمیہ ۱۴۲/۵

اس کا خلاصہ یہ ہے :

تروایح کی ۲۰ رکعات ہیں، ہر ایک میں ایک قومہ اور ایک جلسہ ہے، اور دونوں کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے، اگر دونوں کو اطمینان سے ادا نہیں کیا تو چالیس (۴۰) گناہ ہوئے، اس کی وجہ سے قومہ اور جلسہ بھی بیکار ہو گئے تو اسی (۸۰) گناہ ہوئے، اسکا اظہار بھی ہوا تو ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہوئے، ایسی نماز کا لوٹانا واجب ہے، نہ لوٹایا تو ایک سو اسی (۱۸۰) گناہ ہوئے.

دوسری خرابی:

اس جلد بازی کی وجہ سے تکبیرات انتقالیہ اپنے وقت پر ادا نہیں ہوئیں بلکہ بعد میں ادا ہوئیں، تو بیس رکعات میں مکروہات کا شمار اسی (۸۰) ہوا، اور اسی (۸۰) سنتوں کا چھوڑنا لازم آیا، ان مکروہات کا اظہار بھی گناہ ہے، تو کل (۱۶۰) مکروہات اور ۱۶۰ سنتوں کا ترک لازم آیا، صرف ایک رات کی صرف تراویح میں، کیا ایسے شخص کا شمار عقلاء میں ہوسکتا ہے؟ جب کہ ہر سنت کے ترک پر عتاب اور شفاعت سے محرومی کا خطرہ ہے (واجب کا ترک تو اس سے بھی سخت ہے) .
(مجالس الابرار ص۱۹۱) [۱]

اس کو نقل کر کے حضرت لاجپوریؒ لکھتے ہیں کہ صاحب مجالس الابرار کے اس تفصیلی بیان کو بار بار پڑھیں اور پھر اپنی تراویح کو صحیح کرنے کی کوشش کریں. (فتاوی رحیمیہ ۱۴۲/۵)

تبصرہ:

بندۂ مجیب عرض کرتا ہے کہ میرے خیال میں قومہ اور جلسہ کی دعاؤں کی ہم نے ناقدری کی، بے جا تاویل کر کے ان کو ایک طرف پھینک دیا تو اس بے حرمتی کی سزا دنیا ہی میں دے دی گئی کہ دیکھو اس سنت سے بھی محروم، تکبیرات انتقالیہ کی سنت سے بھی محروم اور واجبات سے بھی محروم، اور اتنے گناہوں اور مکروہات کے مرتکب، پھر پڑھئے: سنن کی مشروعیت واجبات کی تکمیل کیلئے ہے اور واجبات کی فرائض کی تکمیل کیلئے، سنن چھوڑنے پر واجب چھوٹنے کا خطرہ ہے، اصلاح اگر چاہئے تو وہاں سے شروع کریں: رکوع، سجدہ کی تسبیحات کی طرح قومہ اور جلسہ کی دعائیں شروع سے سکھائیں اور ہر نماز میں التزام کرائیں، پھر اصلاح ہوگی،

---

[۱] (انتباہ): یہی بات برکلی نے معدل الصلوۃ میں ذکر کی ہے اور دن رات کی نمازوں کو لیکر گناہوں اور مکروہات کو شمار کیا ہے. دیکھئے ص۶۳ سے ۶۷ تک

ورنہ یہ سارا فتوی اور کتابچہ اسی طرح پسِ پشت ڈال یا جائیگا جیسا کہ ہم نے مسنون دعاؤں کو پس پشت ڈالا، **و اللّٰہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل**

حرمین شریفین کی خوبی:

حرمین شریفین کے ائمۂ کرام کو اللہ تعالے جزائے خیر دے کہ یہ لوگ ہر نماز میں قومہ اور جلسہ کی دعاؤں کا اہتمام کرتے ہیں، حتی کہ تروایح میں بھی، انکا کوئی عمل شرعی حجت تو نہیں، لیکن ان کا یہ عمل حجت شرعیہ اور احادیث رسول ﷺ کے مطابق ہے اور لوگ شوق سے ان کے پیچھے نمازیں اور تراویح پڑھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، آج تک کبھی کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ ان ائمہ کے پیچھے نمازوں میں گرانی ہوتی ہے، انکے پیچھے نماز پڑھنے کا جی نہیں چاہتا، **حاشا و کلا**، یہ بات کہ گرانی ہوتی ہے کہاں سے چلی؟ سوچئے، توبہ اور استغفار کیجئے، صحیح راستہ پر آیئے اور لوگوں کو لایئے. **و اللّٰہ ولِیُّ التوفیق ، نعمَ المولٰی ونعمَ النّصیر ، یا لیتَ قومی یعلمون**

قومہ اور جلسہ اور ان دونوں میں اطمینان کا حکم شرعی

ہدایہ میں فرمایا کہ قومہ اور جلسہ سنت ہیں طرفین کے یہاں اور (رکوع سجدہ کا) اطمینان جرجانی (م ۳۹۸ھ) کی تخریج میں سنت ہے اور کرخی (۳۴۰ھ) کی تخریج میں واجب ہے، اگر بھول کر چھوڑ دیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا . (ہدایہ ص ۱۰۷)

قومہ اور جلسہ سنت ہیں تو ان کا اطمینان بھی سنت ہی ہوگا، قاضی زادہ نے لکھا کہ جرجانی کے یہاں رکوع و سجود کا اطمینان سنت ہے، قومہ اور جلسہ کے اطمینان پر قیاس کرتے

ہوئے، لیکن ابن الہمام (م ۸۶۱ھ) نے فرمایا کہ تم جان چکے ہو کہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ اطمینان بھی واجب ہو اور قومہ جلسہ بھی. (فتح القدیر ۲۶۳/۱)

صاحب ہدایہ نے یہ بھی کہا: قومہ اور جلسہ فرض نہیں، اسی طرح رکوع وسجود میں اطمینان بھی طرفین کے یہاں فرض نہیں، امام ابو یوسف کے یہاں یہ سب فرض ہے، یہی امام شافعی کا قول بھی ہے. (ہدایہ ۱۰۶)

اس کی شرح میں ابن الھمام نے امام کرخی کے قول کو اولی کہا، اور وجہ اس کی یہ بیان کی کہ آنحضورﷺ نے (خلاد بن رافعؓ سے) فرمایا: **ارجع فصل فانک لم تصل**، یعنی تم نے ایسی نماز نہیں پڑھی جو گناہ سے خالی ہو، اسلئے لوٹاؤ، یہ معنی حقیقت سے زیادہ قریب ہے. اھ (حقیقی معنی یہ ہے کہ بالکل نہیں ہوئی)، یہاں کرخی کے بقول یہ معنی ہوا کہ گناہ والی ہوئی، یہ معنی حقیقت سے زیادہ قریب ہے.

ابن الھمام آگے یہ بھی لکھتے ہیں کہ مواظبت وجوب کی دلیل ہے، اور امام محمد سے اطمینان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ نماز نہیں ہوگی، سرخسی سے روایت ہے کہ جو اعتدال چھوڑے اس کو لوٹانا واجب ہے، بعض مشائخ نے فرمایا کہ اعادہ واجب ہے اور دوسری نماز فرض ہوگی، اعادہ کے وجوب میں تو کوئی اشکال نہیں، کیونکہ جو نماز بھی کراہت تحریم کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے، دوسری نماز پہلی کے نقصان کو پورا کرنے والی ہوگی، کیونکہ فرض مکرر نہیں ہوتا، دوسرے کو اگر فرض کہا جائے تو اس سے یہ لازم ہوگا کہ پہلی نماز سے فرض ساقط نہیں ہوا، یہ تو اس وقت ہوسکتا ہے جب رکن چھوٹے، واجب کے چھوٹنے سے یہ نہیں ہوتا، الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالے کا فضل ہے کہ

دوسری نماز کو جو کامل ہے قبول کرلے اگرچہ فرض کے بعد ہے، کیونکہ اللہ تعالے کو معلوم ہے کہ یہ بندہ بعد میں پڑھے گا. (فتح القدیر ۲۶۲/۱)

علامہ شامی لکھتے ہیں: بحر میں فرمایا کہ دلیل کا تقاضا اطمینان کا وجوب ہے چاروں میں، یعنی رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ میں، رکوع سے سر اٹھانا بھی واجب ہے اور دونوں سجدوں کے بیچ میں بیٹھنا بھی، کیونکہ ان سب پر مواظبت ہوئی اور مُسیء الصلوۃ کی حدیث میں اس کا حکم ہے، اور قاضی خاں نے ذکر کیا ہے کہ کوئی بھول کر رکوع سے سر نہ اٹھائے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے، ایسا ہی محیط میں بھی ہے، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ کلام دونوں میں ایک ہی ہے، ان تمام کے وجوب کا قول ابن الھمام محقق کا پسندیدہ ہے اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج کا بھی، حتی کہ یہاں تک کہہ دیا کہ یہی درست ہے . واللّٰہ الموفق للصواب . اھ (أی عبارۃ البحر)

اور شرح منیہ میں فرمایا: درایت یعنی دلیل سے نہیں ہٹا جائیگا جب کہ (فقہ کی) کوئی روایت اس کے موافق ہو، جیسا کہ قاضی خاں سے نقل ہوا (اور یہاں ایسا ہی ہے)، اس طرح کی بات قنیہ میں بھی مذکور ہے، وہ کہتے ہیں کہ قاضی صدر نے اپنی شرح میں تمام ارکان کی تعدیل میں بڑی سختی کی ہے اور کہا ہے کہ ہر رکن کو مکمل کرنا امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے یہاں واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہم اللہ کے یہاں فرض ہے. (الی آخرہ)

علامہ شامی ان سب کو نقل کر کے لکھتے ہیں حاصل یہ ہے کہ روایت اور درایت کے لحاظ سے اصح ارکان کی تعدیل کا وجوب ہے، اور بہر حال قومہ اور جلسہ اور ان دونوں کی تعدیل تو مذہب میں مشہور ان کی سنیت ہے، ان کا وجوب بھی مذکور ہے، یہی دلائل کے مطابق ہے، اسی

پر کمال ابن الھمام اوران کے بعد کے متأخرین ہیں، اورتم جان چکے ہو کہ ان کے شاگرد (ابن امیر حاج) نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے (یعنی اس کے سوا غلط ہے)، امام ابو یوسف ان سب کی فرضیت کے قائل ہیں، اس کو مجمع اور عینی نے اختیار کیا ہے، طحاوی نے اس کو ہمارے تینوں ائمہ (امام ابوحنیفہ اور صاحبین) سے نقل کیا ہے، اور فیض میں کہا ہے کہ یہی احوط ہے. اھ

یہی مالک، شافعی اور احمد کا مذہب ہے، علامہ برکلی کا اس میں ایک رسالہ ہے، اس کا نام ہے معدّل الصلوۃ، اس میں اس مسئلہ کو خوب واضح کیا ہے اور وجوب کے دلائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے، اور اس کے ترک پر جو آفات مرتب ہوتی ہیں ان کو ذکر کیا ہے، تیس (۳۰) آفات تک پہونچایا ہے، اور دن اور رات کی نمازوں میں جو مکروہات حاصل ہوتے ہیں ان کو بھی بیان کیا ہے اور (۳۵۰) تین سو پچاس سے زیادہ مکروہات تک پہونچایا ہے، اس کتاب کی مراجعت اور اس کا مطالعہ مناسب ہے. (شامی ۱/۳۴۳ رشیدیہ)

(یہ کتاب معدل الصلوۃ آزادول سے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوگئی ہے)

(۱)۔ امام کرخی کا نام عبید اللہ بن الحسن ابوالحسن ہے، کرخ عراق کے اطراف میں ایک گاؤں ہے، ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے، فقہ ابوسعید بردعی سے حاصل کی، انھوں نے اسماعیل ابن حماد بن ابوحنیفہ سے، انھوں نے اپنے والد حماد سے، انھوں نے اپنے والد ابوحنیفہ سے، ۳۴۰ھ میں انتقال ہوا، بغداد میں رہے، انکے شاگردوں میں امام ابوالحسن قدوری بھی ہیں، جنکی

۱؎ ان کا نام محمد بن محمد بن محمد ابوعبداللہ شمس الدین ہے، ربیع الاول ۸۲۵ھ میں حلب میں پیدا ہوئے اور بڑے ہوئے پھر حماۃ گئے، پھر قاہرہ گئے، حافظ ابن حجر سے سنا اور ابن ھمام کے ساتھ ایک مدت تک رہے اور علوم میں فائق ہوگئے، رجب ۸۷۹ھ میں انتقال ہوا رحمہ اللہ. (من مقدمة حلبة المجلّی)

وفات ۴۲۸ھ میں ہوئی، قدورہ بغداد میں ایک گاؤں ہے ۔ (فوائد بھیہ ص ۱۰۸)

ان کے اور امام اعظم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں: بردعی، اسماعیل اور حماد، جیسا کہ آپ نے دیکھا.

(۲)۔ جُرجانی: یہ محمد بن یحیی بن مھدی ابوعبداللہ فقیہ ہیں، صاحب ہدایہ نے ان کو بھی کرخی کی طرح اصحاب تخریج میں شمار کیا ہے، امام قدوری نے ان کی بھی شاگردی کی ہے، ۳۹۸ھ میں انتقال ہوا، ملا علی قاری نے ان کا سنۂ وفات ۳۹۷ھ بتایا ہے، ان کو بھی آخر عمر میں فالج ہو گیا تھا، امام ابوحنیفہؒ کی قبر کے بغل میں مدفون ہیں. (فوائد بھیہ ص ۲۰۲)

دلائل پر بحث

خلاد بن رافع زرقی بدری رضی اللہ عنہ نے جب آپ ﷺ کے سامنے جلدی جلدی نماز پڑھی اور سلام کر کے جانے لگے تو آپ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم دیا، تین دفعہ ایسا ہوا، پھر انھوں نے فرمایا کہ میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، مجھے سکھایئے، پھر آپ نے ان کو نماز بتائی، تو اس میں یہ الفاظ آئے ہوئے ہیں : **ثم ارکع حتی تطمئن راکعا (۱) ، ثم ارفع حتی تعتدل قائما (۲) ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا (۳) ، ثم ارفع حتی تطمئن جالسا(۴) ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا (۵)، ثم افعل ذالک فی صلواتک کلھا .** (بخاری ۱۰۴، ۱۰۹، ۹۲۴، ۹۸۶)

اس میں رکوع، دونوں سجدے، قومہ اور جلسہ پانچوں میں یکساں حکم دیا، لہذا ان پانچوں جگہوں پر اطمینان واجب ہوا، ان میں کوئی فرق کرنا صحیح نہیں ہوگا، انکو ہم فرض نہیں کہتے،

اسلئے کہ یہ خبر واحد ہے، اس سے ہمارے یہاں فرضیت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ کوئی دوسری قطعی دلیل نہ ہو، اور ہم کو یہاں کوئی قطعی دلیل معلوم نہیں، بلکہ اسی قصہ میں ترمذی میں آخر میں یہ آیا ہے : **فاذا فعلت ذالک فقد تمت صلوتک ، وان انتقصتَ منه شيئا انتقصتَ من صلوتک ، قال و كان هذا أهونَ عليهم من الأولى أنه من انتقص من ذالک شيئا انتقص من صلوته و لم تذهب كلها . رواه الترمذی و قال : حديث رفاعة حديث حسن ، قال وفی الباب عن أبی هريرة وعمار بن ياسر .** (ترمذی ۱/۶۶)

نفس رکوع، سجدہ اور قراءت کی فرضیت کی دلیل قطعی معلوم ہے، یہاں اطمینان کی بات چل رہی ہے.

بخاری کی روایت میں قومہ میں **تعتدل** ' **تطمئن** کے معنی میں ہے، دوسری روایتوں میں **تطمئن** کا لفظ بھی آیا ہے. (دیکھئے اعلاء السنن ۳/۳۳)

اسلئے اطمینان کی دلیل پر اطمینان کرنا چاہئے .

ابن الہمام کی عبارت پہلے گزر چکی ہے، اس میں انھوں نے مواظبت کو بھی دلیل وجوب قرار دیا، اس میں کلام ہوگا کہ صرف مواظبت سے وجوب ثابت نہیں ہوتا، اس کے ساتھ امر کو ملا لیجئے، پھر بات واضح ہو جائیگی، اسلئے ان تمام جگہوں پر اطمینان واجب ہوگا، رکوع، سجدے فرض ہیں، نفس قومہ اور جلسہ بھی واجب ہوئے، رکوع، سجدے میں اطمینان کے وجوب کے اور دلائل بھی ہیں. دیکھئے اعلاء السنن اور معدل الصلوۃ .

ابن الھمام نے اسی کو ترجیح دی اور ابن امیر حاج نے اسی کو صواب بتایا، جس کا

مطلب یہ ہے کہ اس کے سوا جو سنیت کا قول مشہور ہے وہ خطا ہے، صحیح نہیں، ابن امیر حاج کا نام شمس الدین محمد ہے، ۸۷۹ھ میں انتقال ہوا . (الفوائد البھیہ ۱۸۰)

اظہار تعجب

طرفین سے صاحب ہدایہ نے قومہ اور جلسہ کی سنیت نقل کی اور اب فتوی انکے وجوب پر دیا جا رہا ہے، مذہب بدل گیا، رکوع، سجدہ کے اندر اطمینان کے بارے میں صاحب ہدایہ نے صرف اتنا فرمایا کہ طرفین کے یہاں فرض نہیں، لیکن واجب ہے یا سنت؟ طرفین سے شاید کچھ صاف منقول نہیں ہے، امام کرخیؒ م ۳۴۰ھ نے واجب فرمایا، یہی ابن الھمام کے یہاں راجح ہے اور ابن امیر حاج کے یہاں صواب اور درست ہے، اس کے سوا غلط اور خطا ہے، امام جرجانی م ۳۸۹ھ کے یہاں سنت تھا، ابن الھمام نے امام محمدؒ سے نقل کیا کہ اطمینان نہیں کیا تو خطرہ ہے کہ نماز نہیں ہوئی، کما مر، قاضی صدر نے تمام ارکان کی تعدیل میں بڑی سختی کی اور فرمایا کہ ہر رکن کو مکمل کرنا (یعنی اطمینان سے ادا کرنا) امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے یہاں واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے یہاں فرض ہے، جیسا کہ شامی کے حوالہ سے گزرا، مذہب میں قومہ اور جلسہ اور ان دونوں کی تعدیل کی سنیت اگر چہ مشہور تھی لیکن اب فتوی ان کے وجوب پر ہے علماء متاخرین کی تحقیق کی وجہ سے اور احادیث مبارکہ سے موافقت کی وجہ سے کما مر.

تنبیه : اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ اصل احادیث ہیں، ائمۂ مجتہدین اور علماء محققین کا جو قول احادیث کے مطابق ہوگا اس کو لیا جائیگا اگر چہ مشہور کے خلاف ہو، احادیث کی وجہ سے اور دلائل کی وجہ سے مشہور قول کو چھوڑنا مذہب کی مخالفت اور مذہب کا ترک نہیں، **فتَنبّه و كن على بصيرة**

رکوع،سجدہ اورقومہ،جلسہ میں اذکار کی بحث

رکوع اورسجدہ میں رکوع وسجود کی تسبیحات (**سبحان ربی العظیم ، سبحان ربی الأعلی**) تین تین دفعہ پڑھنا تمام مصلیوں (امام،منفرد،مقتدی) کیلئے سب کے نزدیک سنت ہے،اور یہ سنت کا ادنی کمال ہے، زیادہ بھی کر سکتے ہیں،لیکن امام بہت زیادہ نہ کرے،اس سنت ذکر کی وجہ سے رکوع اور سجدہ میں غلطی اور کوتاہی کم ہوتی ہے، رہا قومہ اور جلسہ میں ذکر تو انفرادی نماز میں اور سنت ونفل میں مسنون ہے،جیسا کہ شامی کی عبارت گزری: **لقولهم اِنّ مصلیَ النافلةَ و لو سنة یُسنّ له أن یأتیَ بعد التحمید بالأدعیة الواردة نحو ملأ السموات و الأرض الی آخره و نحو اللّٰهم اغفر لی و ارحمنی الی آخره .**
(شامی رشیدیہ ۱/۳۶۰)

اور یہ بھی گزرا کہ امام ابوحنیفہؒ نے رکوع اورسجدہ سے اٹھنے کے بعد **اللّٰهم اغفر لی** پڑھنے سے منع نہیں فرمایا،اگرمکروہ ہوتا تو منع فرماتے . الخ (شامی رشیدیہ ۱/۳۷۳)

اسلئے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے فقہاءفرض نماز میں قومہ اور جلسہ میں دعاء پڑھنے سے جو منع کرتے ہیں وہ اپنی طرف سے کرتے ہیں،اصل مذہب نہیں،اسلئے بعد میں کوئی محقق آئے اور یہ کہے کہ امام بھی فرض نماز میں قومہ اور جلسہ میں مختصر ذکر پڑھ سکتا ہے تا کہ قومہ اور جلسہ رکوع اورسجدہ کے برابر ہوجائیں تو یہ قول قبول ہوگا ، کیونکہ یہ بات براء بن عازبؓ کی حدیث کے مطابق ہے،ترمذی کی حضرت علیؓ کی حدیث کے بھی مطابق ہے جس میں **ملأ السموات** والی دعاء مذکور ہے اورفرض نماز کی تصریح بھی ہے اورحدیث صحیح ہے،کمامر

حضرت انسؓ سے بھی اس طرح کی حدیث مروی ہے(دارقطنی ۱/۱۳۰).(دیکھئے اعلاءالسنن ۳/۱۰)

درمختار میں جہاں یہ مذکور ہے کہ رکوع وسجود میں تسبیح کے سوا جو دعائیں آئی ہیں وہ نفل پر محمول ہیں، اسکے حاشیہ میں شامی لکھتے ہیں: حلیہ(حَلبة المُجلِّی) میں یہ بات قومہ جلسہ کی دعاؤں کے بارے میں لکھی ہے، اور لکھا ہے کہ اگر فرض میں یہ ثابت ہوتو انفراد کی حالت پر محمول ہے یا جماعت پر اور مقتدی محدود ہوں، اس سے ان پر بوجھ نہ پڑتا ہو جیسا کہ شوافع نے فرمایا، اوراس کے التزام میں کوئی حرج نہیں اگر چہ مشائخ نے اسکی تصریح نہیں کی، کیونکہ قواعد شرعیہ اس سے انکار نہیں کرتے، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جب کہ صلوۃ، تسبیح، تکبیر اور قراءت کا نام ہے[۱] جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے . اھ (شامی رشیدیہ ۱/۳۷۴)

یاد ہوگا: سرخسی نے جب یہ کہدیا کہ فرائض میں دعا جائز نہیں اھ تو علامہ کشمیریؒ نے صاف صاف کہدیا: میرے نزدیک یہ متروک ہے، صحیح بات وہ ہے جو محقق ابن امیر حاج (م۸۷۹ھ) نے فرمائی کہ تمام دعائیں اوراذکار مرویّہ تمام نمازوں میں جائز ہیں، فرائض میں بھی بشرطیکہ قوم کو گرانی نہ ہو، فرائض کی بناء چونکہ تخفیف پر ہے جیسا کہ حضرت معاذؓ وغیرہ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے اسلئے ہمارے یہاں فرائض میں اس پر عمل نہیں، حتی کہ کتابوں میں

---

[۱] یہاں صلوۃ کے بعد واو لکھا ہوا ہے: لأن الصلوة و التسبيح ..... یہ مجھے سمجھ میں نہیں آیا، اسلئے واو کا ترجمہ نہیں کیا. فضل الرحمٰن

پھر حَبة المجلّی کی مراجعت کی تو اس میں بغیر واو کے مل گیا، فالحمد لله على ذالک، دیکھئے حَلبَة المُجَلّی و بُغية المُهتدی ۲/۱٦۷ طبع دارالکتب العلمیۃ DK ۱۴۳٦ھ ۲۰۱۵ء

اس کو لوگوں نے ذکر بھی نہیں کیا، بر خلاف نوافل کے، وہ مصلی کی رائے پر ہے، جتنی چاہے طویل کرے. (فیض الباری ۲/۲۸۳، ۳۰۱)

یہ ابن امیر حاج (شمس الدین محمد م ۸۷۹ھ) وہی محقق ہیں جنکی تحقیق پر اعتماد کر کے قومہ اور جلسہ کے وجوب اور رکوع و سجود اور قومہ جلسہ میں اطمینان کے وجوب کا فتوی دیا جاتا ہے جیسا کہ گزرا، وہی محقق یہ فرمارہے ہیں کہ قومہ اور جلسہ کی دعاؤں کا بھی التزام کر سکتے ہیں، صرف ایک شرط ہے کہ قوم پر گرانی نہ ہو.

پہلے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ تخفیف کی رعایت سنت کے دائرہ میں رہتے ہوئے کریں گے، تخفیف کے نام پر سنت کو ترک نہیں کریں گے نہ قراءت میں نہ رکوع سجدہ میں، ادنی کمال سنت پر عمل کریں گے، سنت میں تخفیف ہوگئی، جیسا کہ فقہاء کی عبارت گزری، رکوع و سجود میں تین دفعہ تسبیحات پڑھیں گے تو اسی کے برابر قومہ اور جلسہ میں بھی دعا پڑھ سکتے ہیں، یہ تخفیف کے خلاف نہیں، اس کو تثقیل وہی لوگ سمجھتے ہیں جو اپنی انفرادی نمازوں میں قومہ اور جلسہ کی دعائیں نہیں پڑھتے، ان کو اس کی عادت ڈالنی چاہیئے.

یہاں پر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ امام انقلاب، علماء دیو بند کے مورثِ اعلی، سید الطائفہ کی ایک بات یاد آرہی ہے جو حجۃ اللہ البالغہ میں ذکر فرمائی ہے، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے بھی اس کو معارف السنن میں ذکر فرمایا ہے، تشہد میں عقد اور حلقہ اور شہادت کی انگلی سے اشارہ ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ہماری فقہ کی کتابوں میں کتنا اختلاف ہے، کوئی اشارہ کی نفی کرتا ہے، کوئی عقد و حلقہ سے انکار کرتا ہے، خلاصہ کیدانی والے نے لکھدیا کہ اشارہ کیلئے مسبّحہ کو اٹھانا حرام ہے. (شرح وقایہ کا حاشیہ نمبر۲ ص۱۷۰) توبہ توبہ

ملاعلی قاری کواس پر رسالہ لکھنا پڑا : **تزیین العبارۃ بتحسین الاشارۃ**، علامہ شامی کورسالہ لکھنا پڑا: **رفع التردد عن عقد الأصابع عند التشهد**، ابن الھمام وغیرہ نے مسئلہ کی تحقیق کی.

شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ ان دو جملوں میں فرق نہیں کرتے: ۱۔ **هذه المسئلة ليست فى ظاهر الرواية**، ۲۔ **ظاهر الرواية أنها ليست**، پھر لکھتے ہیں: **مفاسد الجهل والتعصب أكثر من أن تحصى**، جہالت اور تعصب کے مفاسد بے شمار ہیں . (معارف ۱۰۰/۳ عن حجۃ اللہ البالغہ ۱۱/۲)

اس مسئلہ میں بھی شاہ صاحب کا جملہ بالکل صحیح صادق آتا ہے، مذہب نے یعنی امام مجتہد نے قومہ اور جلسہ کی دعاؤں سے منع نہیں کیا ہے،، اگر چہ حکم بھی نہیں دیا ہے، تو ہم دعاؤں کو پڑھیں تو مذہب حنفی سے خارج نہیں ہو جائیں گے، کتنے مسائل فقہ میں ایسے مذکور ہیں جو ائمۂ مجتہدین سے منقول نہیں، بعد کے فقہاء کے ہیں، اور ہم اس پر عمل کرتے ہیں. **و الله يقول الحق و هو يهدى السبيل**

اعلاء السنن: مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

یہ کتاب خانقاہ تھانہ بھون میں تیار ہوئی ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی حکیم الامتؒ کے افادات کی روشنی میں، ٹائٹل پر یہ لکھا ہوا ہے، اور حضرت نے اس کتاب کی تقریظ میں لکھا ہے کہ اگر خانقاہ سے صرف یہی کام ہوتا تو بھی خانقاہ کی کرامت اور فضیلت کے لئے کافی تھا، اپنے باب میں بے مثال ہے. (مقدمہ ص۱۲ طبع دارالقرآن کراچی)

اس کتاب میں رکوع وسجود میں اطمینان اور اذکار، نیز قومہ اور جلسہ میں اطمینان اور ان کے اذکار کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ ہم پیش کرتے ہیں :

باب وجوب الاعتدال والاطمينان فی الركوع والسجود و سنية الذكر فيهما

اس کے ذیل میں ایسی حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں رکوع وسجود میں اعتدال اور پشت کو سیدھا کرنے کا حکم ہے اور جو ایسا نہ کرے اس کو چور کہا گیا ہے،، اخیر میں خلاد بن رافع کے قصہ والی حدیث بھی ذکر کی ہے، اور حاشیہ میں علامہ شامی کی عبارتیں پیش کی ہیں اور فتح القدیر کی عبارت بھی جن کو ہم نے بھی پہلے ذکر کیا.

پھر ان دونوں میں تسبیح کی حدیثیں ذکر کی ہیں، ان میں حضرت ابو بکرہ کی حدیث بھی کہ آپ ﷺ رکوع میں **سبحان ربی العظيم** تین دفعہ پڑھتے تھے، اور سجدہ میں **سبحان ربی الأعلى** تین دفعہ پڑھتے تھے . (اعلاء السنن ۹/۳۔۱۰)

اور حاشیہ میں تسبیحات کے علاوہ دوسرے اذکار کی حدیثیں ذکر کیں، مثلاً حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ آنحضرت ﷺ سورۂ اذا جاء نصر اللہ کے نازل ہونے کے بعد جو بھی نماز پڑھتے اس کے رکوع اور سجدہ میں یہ دعا پڑھتے: سبحانک اللّٰهم ربنا و بحمدک اللّٰهم اغفر لی قرآن پر عمل کرتے ہوئے. (بخاری ۱/ ۳۱۱، ۲/ ۷۴۲)

اور مسلم کی حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ آنحضرت ﷺ رکوع وسجود میں سبوح قدوس رب الملائکة و الروح پڑھا کرتے تھے.

اور مسلم کی ابو ہریرہؓ کی حدیث کہ آنحضرت ﷺ سجدہ میں یہ دعا پڑھتے تھے: اللّٰهم اغفِرلی ذَنبی کلَّه دِقّه و جُلَّه و أوّلَه و آخرَه و علانیّتَه و سرَّه .

اور دارقطنی کی حضرت علیؓ کی حدیث کہ آنحضرت ﷺ جب فرض نماز میں سجدہ میں جاتے تو یہ پڑھتے: اللّٰهم لکَ سجدتُّ و بک آمنتُ ولک أسلمتُ ، أنتَ ربی سجد وجهی للَّذی خلقَه و صوّرَه و شقَّ سمعَه و بصرَه ، تبارکَ اللّٰهُ أحسنُ الخالقین ، اور جب رکوع کرتے تو فرماتے: اللّٰهم لک رکعتُ و بک آمنت و لک أسلمتُ ، أنتَ ربی ، خشعَ لک سمعی و بصری و مُخّی و عِظامی و ما استقلَّتْ به قدَمی للّٰه ربِّ العالمین ، اور فرض نماز میں جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ پڑھتے: اللّٰهم لک الحمدُ مِلأ السّمواتِ و مِلأ الأرض و ملأ ما شئتَ من شیءٍ بعدُ . هذا اسناد صحیح . (دارقطنی ۱/۱۳۰) [1]

---

[1] ہمارا نسخہ ۱/۳۸۲، ترمذی ۲/۱۸۰ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے اور تفصیل کے ساتھ، اس میں بھی صلوة مکتوبة کا لفظ ہے اور ترمذی نے تحسین وتصحیح کی ہے. (سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

ان احادیث کوذکر کر کے درمختار کی عبارت لاتے ہیں کہ رکوع، سجدہ میں تسبیح کے سوا کچھ نہ پڑھے، جودعائیں آئی ہیں نفل پر محمول ہیں اھ

پھر شامی کی ردالمحتار سے صاحب حلیہ کا قول ذکر کرتے ہیں جو ہم نے اوپر نقل کیا کہ سب دعائیں پڑھ سکتے ہیں تثقیل کے بغیر، پھر لکھتے ہیں: **قلتُ ولِلّٰه درّه ما أتبعه للحديث فهؤلاء فقهاء الحنفية لم يزالوا يجتهدون لاتباع السنة** رضی اللہ عنہم . (اعلاء السنن ۱۰/۳)

اے کاش! حنفیہ اس پر عمل پیرا بھی ہوتے اور لوگوں کو اس سنت پر عمل کی ترغیب بھی دیتے تو کتنا اچھا ہوتا، **يا ليتَ قومي يعلمون**

آگے مصنف باب قائم کرتے ہیں: **باب كون الذكر مسنونا فی القومة**

اسکے ذیل میں ایسی حدیثیں لائے جن میں آنحضور ﷺ کا قومہ میں **اللهم ربنا و لک الحمد** کہنا مذکور ہے . (ایضا)

یہاں مصنف کو حضرت علیؓ کی حدیث بھی ذکر کرنی چاہئے تھی جو اس سے پہلے باب میں ذکر کی جس میں **ملأ السموات** الخ کا اضافہ ہے.

اوراس میں مسلم کی احادیث بھی آئیں گی جن میں **ملأ السموات** الخ ہے.(مسلم ۱/۱۹۰)

اور بخاری کی وہ حدیث بھی جس میں یہ ہے کہ ایک صحابی نے رکوع سے اٹھ کر **ربَّنا و لک الحمدُ حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه** پڑھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ۳۰ سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ اس کا ثواب لکھنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہیں.

(بخاری ۱/۱۱۰)

یہ دعائیں حنفی امام بھی پڑھ سکتے ہیں، یہ رکوع وسجود کی تسبیحات کے قریب ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ کی نماز میں ہوتا تھا، براء بن عازب کی حدیث یاد کیجئے جس کو امام بخاری نے تین دفعہ ذکر کیا، رکوع کے اعتدال میں (ص ۱۰۹) پھر قومہ کے اعتدال میں (۱۱۰) پھر جلسہ کے اعتدال واطمینان میں صفحہ ۱۱۳ پر .

پھر مصنف اعلاء السنن آگے چل کر باب قائم کرتے ہیں:

باب وجوب الرفع من السجدة و الجلسة بين السجدتين واستحباب الذكر بينهما

اسکے ذیل میں پھر خلاد بن رافع کی قصہ والی حدیث ذکر کی جو پہلے گزری، پھر فرمایا: اس سے سجدہ سے اٹھنے اور بین السجدتین جلسہ کا وجوب ثابت ہوا .

پھر حضرت انسؓ کی حدیث مسلم (۱/۱۸۹) سے نقل کی جس میں یہ ہے کہ قومہ اور جلسہ میں اتنی دیر ٹھہرتے کہ ہم سمجھتے کہ آپ بھول گئے، حضرت شیخ الھندؒ فرماتے ہیں کہ ایسا کبھی کبھار ہوتا تھا، عام عادت نہیں تھی، اسی لئے بھولنے کا وہم ہوتا. (فتح الملہم ۲/۸۸) یہ حدیث بخاری میں بھی ہے موقوفا بحکم رفع (۱/۱۱۰) .

پھر مصنف نے ابوداود سے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ آنحضورﷺ دونوں سجدوں کے درمیان اللّٰهم اغفر لي وارحمني وعافني واهدني وارزقني پڑھتے تھے. (ابوداود ۱/۱۲۳)، حاکم نے اس کی تصحیح کی، ذہبی نے بھی سکوت کیا . (مستدرک ۱/۲۷۱)، ابوداود نے بھی سکوت کیا، علامہ شامی نے فرمایا: حسنه النووي و

صححہ الحاکم (۱/۲۷۴ رشیدیہ)

پھر حضرت حذیفہؓ کی حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی مذکور ہے کہ نبی ﷺ دونوں سجدوں کے بیچ میں رب اغفر لی رب اغفر لی پڑھتے تھے. (نسائی ۱/۱۷۲)

ابن ماجہ بھی یہ حدیث آئی ہے (۱/۶۴) اس کے سب رجال ثقہ ہیں. (اعلاء السنن ۳/۳۴)

اسکے ذیل میں درمختار کی بات نقل کی کہ دونوں سجدوں کے درمیان مسنون ذکر نہیں، پھر شامی کی بات ذکر کی جو گزر چکی کہ ذکر نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ جائز نہیں، جیسے فاتحہ اور سورہ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا، بلکہ مغفرت کی دعاء دونوں سجدوں کے درمیان مستحب ہونی چاہئے تا کہ امام احمد کے اختلاف سے نکل جائیں، انکے یہاں مغفرت کی دعاء قصدا چھوڑنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے، میں نے اس کی تصریح کسی سے نہیں دیکھی لیکن لوگوں نے تصریح کی ہے کہ اختلاف کی رعایت کرنا مستحب ہے. واللہ اعلم . (شامی ۱/۳۷۳)

میں کہتا ہوں: خاص طور سے جب کہ صحیح سند سے آنحضور ﷺ سے یہ منقول ہے، لیکن امام کو مقتدیوں کے احوال کی رعایت ضروری ہے، تو اگر مقتدیوں کو گرانی نہ ہو تو ابوداود والی دعاء پڑھنی چاہئے، ورنہ رب اغفر لی (رب اغفر لی) والی دعاء پر بس کرے جو نسائی میں آئی ہے، اور اگر بالکل نہ پڑھے تو بھی ملامت نہیں کی جائیگی، اسلئے کہ یہ ذکر صلوۃ اللیل میں آیا ہے، نہ کہ فرض میں جیسا کہ احادیث کے مجموعہ سے ظاہر ہے، اسی لئے نور الایضاح میں شرنبلالی نے فرمایا: کہ بین السجدتین بیٹھنے میں مسنون ذکر نہیں اور جو وارد ہے وہ تہجد پر محمول ہے. (۳/۳۴)

یہاں تک اعلاء السنن کی بات ختم ہوئی.

مصنف کے کلام پر نقد: یہ بات صحیح ہے کہ ابن عباسؓ اور حذیفہؓ کی روایتوں میں

جو قصہ ہے وہ تہجد کا ہے، لیکن اس سے ان دونوں دعاؤں کا تہجد کے ساتھ خاص ہونا کیسے معلوم ہوا؟ یہ دعائیں تہجد، سنن ونوافل اور فرائض سب میں پڑھی جاسکتی ہیں، اسلئے کہ پہلے براء بن عازبؓ کی روایت میں یہ بات آچکی ہے کہ آپ ﷺ کا رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ تقریباً برابر تھا، تو قومہ اور جلسہ' رکوع اور سجدہ کے برابر کیسے ہوگا جب کہ قومہ اور جلسہ میں کچھ پڑھا نہیں جائیگا، کیا خاموش رہا جائیگا؟

دوسری بات یہ ہے کہ مصنف نے اس سے قبل حضرت علیؓ کی حدیث ذکر کی ہے جس میں **صلوة مکتوبة** کا لفظ ہے اور حدیث صحیح ہے، اور قومہ میں **ملأ السموات وملأ الأرض وملأ ما شئت من شيء بعد** کا لفظ آیا ہے.

کیا ابوداود کا لفظ: **اللّٰهم اغفر لي وارحمني وعافني واهدني وارزقني** (۱/ ۱۲۳) اس سے بہت لمبا ہے؟ کیا **سبحان ربي العظيم** تین مرتبہ پڑھنا اور **سبحان ربي الأعلى** تین مرتبہ پڑھنا تقریباً اس کے برابر نہیں ہے؟ وہاں تو آپ نے ابن امیر حاج کا لفظ نقل کیا کہ اس کے التزام میں کوئی حرج نہیں، اگر چہ ہمارے مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی، اسلئے کہ قواعد شرعیہ اس سے انکار نہیں کرتے، کیسے؟ جب کہ نماز' تسبیح، تکبیر اور قراءت کا نام ہے، جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے . اھ

اور یہ بھی لکھا : **ولِلّٰه درّه ما أتبعه للحديث ، فهؤلاء فقهاء الحنفية لم يزالوا يجتهدون لاتباع السنة** رضی اللہ عنہم . (اعلاء السنن ۱۰/۳) کما مر

صاحب حلیہ کی وہ بات بعینہ یہاں بھی دہرائی جائیگی، یہ انصاف کی بات ہے، تا کہ قومہ اور جلسہ رکوع، سجدہ کے قریب ہو اور قوم کی جو شکایت پہلے بہت سے علماء حنفیہ سے گزری

اس کی تصحیح ہو، پھر یاد کیجئے علامہ انور شاہ کشمیری خاتمۃ المحققین ؒ کی بات کہ رکوع، سجدہ میں چونکہ تسبیح پڑھی جاتی ہے اسلئے کوتاہی نہیں ہوتی اور قومہ اور جلسہ میں لوگ کچھ پڑھتے نہیں اسلئے کوتاہی بہت ہوتی ہے، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ حنفیوں کو ان دونوں جگہوں پر بھی اذکار کا اہتمام کرنا چاہئے. (فیض الباری ۳۰۹/۲) ، لفظ اہتمام کو اہتمام سے دیکھئے .

و أنـا أقـول : لِـلّٰه درّہ ما أتبعه للحديث، جزاه اللّٰه خيرا عن جميع علماء ديوبند، رفع اللّٰه درجاتهم ووفّقَنا لاتباع جميع سنن النبى ﷺ واحيائها فى جميع أمته ﷺ وتوفّانا على ملّته و جمَعنا تحتَ لوائه يوم القيامة و جعلنا من حِزبه و رزَقنا شفاعتَه يوم القيامة فى أول وَهلة و أدخلنا بها جنة الفردوس بغير حساب . آمين آمين آمين يا رب العالمين

الـلّٰهم اجعل خيرَ عمرى آخرَه و خيرَ عملى خواتيمَه و خيرَ أيامى يومَ ألقاک فيه ، يا ولى الاسلام وأهله ثبِّتنى به حتى ألقاک ، اللّٰهم انى أسئلک غِناىَ وغنى مولاىَ ، و صلى اللّٰه على النبى الكريم و آلِه و ذريّتِه أجمعين الى يوم الدين و الحمد للّٰه رب العالمين

فضل الرحمٰن اعظمی آزادول

۲۲/شعبان ۱۴۴۲ھ ۵/اپریل ۲۰۲۱ء

سوال

امام کوتخفیف صلوۃ کاحکم ہے ، **اذا صلی أحدکم للناس فلیُخفّف فانّ فیهم الضعیفَ والسقیم والکبیر .** (بخاری ۱/۹۷ مرفوعا عن أبی هریرةؓ)

اس کے باوجود ہمارے فقہاء لکھتے ہیں کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل کی سورتیں پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں پوری سورہ پڑھی جائے اور ترسل اور اطمینان سے پڑھی جائے تو سوال یہ ہے کہ پھر تخفیف کیسے ہوگی؟

الجواب و اللّٰہ الملهم بالصواب : بیشک امام کو ہلکی نماز پڑھانے کا حکم ہے اور یہ حکم بظاہر وجوب کے درجہ کا ہے، اور اس کا تعلق زیادہ تر قراءت سے ہے، حضرت معاذ بن جبلؓ کے قصہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کو آنحضرت ﷺ نے عشاء کی نماز میں اوساط مفصل کی سورتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا ، جیسے **سبح اسم ربک الأعلی ، و الشمس و ضحاها ، و اللیل اذا یغشی .** (بخاری ۱/۹۸)

فجر اور ظہر میں طوال مفصل اور دوسری روایت میں ظہر میں اوساط مفصل پڑھنے کا، اسی طرح عشاء اور عصر میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنے کا حکم ہمارے فقہاء اسلئے دیتے ہیں کہ مرفوع حدیث میں ان میں سے بعض کا ذکر ہے، اور حضرت عمرؓ نے ابوموسی اشعریؓ کو خط میں ان سورتوں کے پڑھنے کا حکم دیا تھا، اسلئے ہمارے فقہاء اسکو سنت یا مستحب کہتے ہیں، اس کے خلاف بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں، مثلاً کہیں اور سے چند آیتیں پڑھ دینا، کوئی رکوع پڑھ دینا وغیرہ جائز ہے مگر بہتر نہیں، نسائی میں حدیث آئی ہے : **یقرأ فی الصبح الطوال المفصل وفی المغرب بقصار المفصل وفی العشاء بوسط المفصل** (۱/۱۵۴)

یہ حکما مرفوع ہے، ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے، عشاء کے بارے میں قولی حدیث بھی گزر چکی ۔

مصنف عبدالرزاق میں حصرت عمرؓ کا خط ابوموسی اشعری کے نام مذکور ہے : اَن اقرأ فی المغرب بقصار المفصل و فی العشاء بوسط المفصل و فی الصبح بطوال المفصل (۱۰۴/۲) ، نصب الرایہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے (۵/۲) ، اس کی سند میں انقطاع ہے، اسلئے ضعیف ہے. (حاشیہ نصب الرایہ)

ترمذی میں ہے: عن جابر بن سمرةؓ أ ن رسول اللہ ﷺ کان یقرأ فی الظهر و العصر بالسماء ذات البروج و السماء و الطارق و شبههما . قال الترمذی حدیث حسن صحیح ، وقد روی عن النبی ﷺ أنه قرأ فی الظهر قدر تنزیل السجدة، وروی عنه أنه کان یقرأ فی الرکعة الأولی من الظهر قدر ثلثین آیة و فی الرکعة الثانیة قدر خمسة عشر آیة ، وروی عن عمر أنه کتب الی أبی موسی أن اِقرأ فی الظهر بأوساط المفصل . (ترمذی باب ما جاء فی القراء ة فی الظهر و العصر ۶۷/۱ طبع کراچی سعید ایچ ایم کمپنی)

تخفیف کا طریقہ: اب اس میں تخفیف کا طریقہ یہ ہوگا کہ طوال مفصل میں سے چھوٹی چھوٹی سورتیں منتخب کر کے اکثر پڑھا کرے، ظہر میں اور عشاء وعصر میں اوساط مفصل میں سے موقعہ کے مناسب پڑھے، ظہر وعصر میں اوساط کی چھوٹی سورتیں پڑھے اور عشاء میں اوساط کی بڑی سورتیں بھی پڑھ سکتا ہے.

دوسری بات: دوسری بات تخفیف کیلئے یہ ضروری ہے کہ قراءت روانی اور تیزی

کے ساتھ ہو، تجوید کی پوری رعایت ہو، مد، غنہ بھی ہو، تحسین صوت بھی ہو، لیکن پڑھنے کی رفتار تیز ہو، تا کہ بار بار وقف اور اعادہ نہ کرنا پڑے جس میں دیر لگتی ہے، انفرادی نماز میں ترسل زیادہ ہو، لیکن جماعت کی نماز میں اس کے مقابلہ میں روانگی زیادہ ہو، ترمذی شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی نماز ایسی ہی تھی، ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی نفل نماز کو بیان فرماتی ہیں تو فرماتی ہیں: **و یقرأ بالسورة و یرتّلها حتی تکون أطول من أطول منها . (ترمذی ١ / ٨٥ باب فی من یتطوع جالسا)**

(یعنی جماعت کی نماز میں جتنی دیر میں زیادہ لمبی سورت پڑھتے تھے، انفرادی نماز میں اس سے چھوٹی سورت میں اس سے زیادہ دیر لگتی) وجہ وہی روانگی ہے.

آج کل ائمہ کا حال اس کے برعکس ہے، جو چاہے دیکھ لے.

مفتی محمد تقی عثانی مدظلہ فرماتے ہیں: فجر میں طوال مفصل پڑھنا تخفیف کے خلاف نہیں، لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ قراءت میں تغنی کی خاطر زیادہ دیر لگانا تخفیف کے خلاف ہے. واللہ اعلم. (تقریر ترمذی ١/٤٩٤ **باب ما جاء اذا أمّ أحدُکم الناس فلیُخفّف**)

اس باب کی شرح میں علامہ کشمیری کی تقریر ''العرف الشذی'' میں ہے کہ تخفیف کا تعلق قراءت سے ہے، رکوع وسجود اور تعدیل ارکان سے نہیں. اھ

آج کل ہمارے ائمہ جہری نمازوں میں تحسینِ صوت کا خوب مظاہرہ کرتے ہیں لیکن قومہ جلسہ میں آتے ہیں تو ایسی تخفیف کرتے ہیں کہ پتہ نہیں چلتا کہ واجب اطمینان ادا ہوا یا نہیں؟ رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ چاروں تقریباً برابر ہونا چاہئے، جیسا کہ آپ ﷺ کی نماز میں ہوتا تھا، جس کو براء بن عازب ؓ نے بیان کیا جسکو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں تین دفعہ ذکر کیا،

رکوع، سجدہ میں تین دفعہ تسبیح پڑھنا اوراس کے برابر قومہ جلسہ میں دعا پڑھنا تخفیف کے خلاف نہیں، تخفیف کا مطلب اچھی طرح سمجھنا چاہئے، تخفیف کا مطلب سنتوں کو چھوڑنا نہیں ہے.

علامہ کاسانیؒ بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں : **و الجملة فيه أنه ينبغي للامام أن يقرأ مقدار ما يخِف على القوم ولا يثقُل عليهم بعد أن يكون على التمام .** (۱/ ۴۸۱ طبع مکتبہ رشیدیہ پاکستان)

اسی عبارت کو بحر میں نقل کیا اور کہا: **و هكذا فى الخلاصة**، وہاں سے شامی نے (ردالمحتار ۱/۴۰۰) میں ذکر کیا، آگے چل کر شامی نے فتح القدیر کی عبارت بھی ذکر کی: **ان التطويل هو الزيادة على القراء ة المسنونة فانه ﷺ نهى عنه وقراء ته هى المسنونة.** (۱/ ۴۱۷) اسی کو حضرت انسؓ نے بیان کیا : **كان النبى ﷺ يُوجز الصلوةَ و يُكمّلها** ، اورفرمایا : **ما صليتُ وراء امام قط أخف صلوة و لا أتمّ من النبى ﷺ** الخ . (بخاری ۱/۹۸ **باب الايجاز فى الصلوة و اكمالها ، و بعده**)

درمختار میں لکھا ہے : **و فى الحجة : يقرأ فى الفرض بالترسل حرفا حرفا و فى التراويح بين بين و فى النفل ليلا له أن يسرع بعد أن يقرأ كما يفهم** ، یعنی فتاوی حجہ میں ہے کہ فرض میں ایک ایک حرف صاف صاف ٹہر کر پڑھے اورتراویح میں بین بین یعنی ترسل اوراسراع کے درمیان اور رات کی نماز میں تیز پڑھ سکتا ہے مگراس طرح کہ سمجھ سکے، شامی کہتے ہیں کہ رات کی قید شاید اسلئے ہے کہ تہجد پڑھنے والوں کی عادت یہ ہے کہ زیادہ پڑھتے ہیں تو ان کیلئے تیز پڑھنا جائز ہے تاکہ قراءت کا وظیفہ پورا کرلیں، (اس میں غورکرو)، **كما يفهم** کی شرح میں شامی لکھتے ہیں کہ قرّاء کے قول کے مطابق کم سے کم مد ادا کریں، ورنہ

حرام ہوگا، کیونکہ اس نے ترتیل کو چھوڑا جس کا شریعت نے حکم دیا ہے. (درمختار مع ردالمحتار ۱/۴۰۰ رشیدیہ)

فتاوی حجت کے اس دعوی کی دلیل مجھے معلوم نہ ہوسکی، ترمذی سے جو روایت ہم نے ذکر کی ہے وہ اس کے خلاف ہے، اس میں تو یہ ہے کہ رات کی نماز میں ترسل اور ٹھہراؤ زیادہ ہوتا تھا، اسی لئے شاید علامہ شامی نے جب اس کی توجیہ ذکر کی تو اخیر میں تأمّل لکھ دیا، ایسا جملہ ایسی جگہ لکھا جاتا ہے جہاں بحث کی گنجائش ہو.

شاید سورۂ مزمل کی آیت **و رتّل القرآن ترتیلا** سے یہ لیا ہو، اسلئے کہ اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے: **اقرأه علی تُؤدَة وتمهّل وتبيين حروف (ترتیلا) بلیغا بحیث یتمکن السامع من عدها** ، یعنی قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھئے، حروف اس طرح ظاہر ہوں کہ سننے والا ان کو شمار کر سکے. (روح المعانی ۲۹/۱۶۳)

لیکن اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ یہ تو تہجد کی نماز ہے اور اس میں آنحضور ﷺ بہت اطمینان سے قراءت کرتے تھے کہ چھوٹی سورت اپنی بڑی سے بھی بڑی ہوجاتی تھی، جیسا کہ ترمذی کے حوالہ سے گزرا، اور فقہاء حنفیہ نفل اور تہجد کی روایت کو اسی کے ساتھ خاص رکھتے ہیں، پھر یہاں سے استدلال فرض نماز پر کیسے کریں گے؟

آلوسی نے عسکری کی (**المواعظ**) سے حضرت علیؓ سے یہ تفسیر اس آیت کی نقل کی ہے: **بيِّنه تبيينا و لا تنثُره نثرَ الدقل ولا تهذّه هذ الشَعر الخ** [۱] صاف صاف پڑھو،

---

[۱] صحیح بخاری ۲/۷۵۴ میں ابن مسعودؓ سے **هـذاً کهـذِّ الشِعر** آیا ہے ، شِعر میں شین کے کسرہ کے ساتھ لکھا ہے، اس وقت ترجمہ ہوگا :شِعر کی طرح جلدی جلدی پڑھنا .

ردّی کھجور کے پھینکنے کی طرح مت پھینکو اور بال کے کاٹنے کی طرح حروف کو نہ کاٹو .

تجوید کی کتابوں میں ترتیل کی تعریف تجوید الحروف و معرفة الوقوف سے کی ہے، خلاصۃ البیان میں حضرت قاری ضیاء الدین الہ آبادیؒ نے یہ لکھا ہے :و قال سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنه : الترتیل تجوید الحروف و معرفة الوقوف اھ ص۵ اور تجوید الحروف کا مطلب ہوتا ہے: حروف کو صحیح مخارج سے جملہ صفات لازمہ اور عارضہ کے ساتھ ادا کرنا . (خلاصۃ البیان حاشیہ ص۴)

تو حضرت علیؓ سے ترتیل کی جو تعریف مذکور ہوئی اس میں ترتیل، تدویر اور حدر پڑھنے کے یہ تینوں طریقے داخل ہیں، اسلئے کہ ان سب میں حروف کو صحیح مخارج سے ادا کیا جاتا ہے، تمام صفات ادا کیجاتی ہیں، مد اور غنّہ ادا کیا جاتا ہے، تمام حروف صاف صاف سنائی دیتے ہیں.

پھر ترتیل کو ترسل حرفا حرفا کے ساتھ خاص کرنے کی کیا دلیل ہوگی؟ تراویح میں جو بین بین آپ کہہ رہے ہیں وہ بھی ترتیل ہے، تہجد میں اسراع کی اجازت دے رہیں وہ بھی ترتیل ہے، کیونکہ ان سب میں حروف کو صحیح مخارج سے تمام صفات کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے.

کیا فجر میں اور ظہر میں (ایک قول کے مطابق) مفصلات کی لمبی لمبی سورتیں پڑھیں گے اور ترسل اختیار کریں گے تو قوم پر تثقیل اور گرانی نہیں ہوگی؟

اسلئے من أمّ قوما فلیخفف میں تخفیف مقدار میں بھی ہونی چاہئے کہ سنت مقدار سے زیادہ قراءت نہ کریں، سنت میں رہتے ہوئے کریں، اس میں زیادہ تر چھوٹی سورتیں پڑھیں اور قراءت میں کسی قدر سرعت اختیار کریں، تجوید کی پوری رعایت کریں، مد اور غنہ بھی تجوید کے مطابق کریں، حروف صاف صاف ادا کریں، علاماتِ وقف کی بھی پوری رعایت

کریں،اور تحسین صوت کے ساتھ پڑھیں،زینوا القرآن بأصواتکم پر بھی عمل کریں، یہ سب ترتیل ہے جس کا حکم ہے.

ورتّلنا ہ ترتیلا، اللہ تعالے نے ترتیل کے ساتھ ہی قرآن نازل فرمایا ہے، یہ ادنی کمال سنت ہے .

رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ اور قعدہ بھی اسی طرح ادا کیا جائے، اس میں سنت کی رعایت ہو، رکوع، سجدہ کی تسبیحات تین تین دفعہ پڑھی جائیں، اور قومہ اور جلسہ کی دعائیں بھی مختصر اتنی پڑھی جائیں کہ قومہ، جلسہ' رکوع، سجدہ کے تقریباً برابر ہوجائیں، تراویح میں بھی اور فرض نمازوں میں بھی، دعاء ثناء بھی پڑھی جائے اور قعدہ اخیرہ میں تشہد کے ساتھ درود شریف اور کوئی دعاء بھی پڑھیں، فرض میں بھی اور تراویح میں بھی.

ایسی نماز سنت کے مطابق ہوگی، مختصر اور کامل ہوگی، بارگاہ الہی میں قابل قبول ہوگی، جبکہ اخلاص اور احسان کے ساتھ ہوگی، خشوع وخضوع والی ہوگی، ظاہر بھی سنت کے مطابق بنانے کی پوری کوشش کیجئے اور باطن بھی .

اللہ تعالے مجھے بھی اور پوری امت کو نبی ﷺ جیسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قبولیت سے نوازے اور جو کوتاہی اور کمی ہوئی اور ہو رہی ہے اس کو معاف فرمائے . آمین یا رب العالمین .

وما أريد الا الاصلاح ما استطعتُ وما توفيقى الا باللّٰه عليه توكلتُ واليه أنيب

وصلى اللّٰه على النبى الكريم والحمد للّٰه رب العالمين

فضل الرحمٰن اعظمی آزادول ۲۷/شعبان ۱۴۴۲ھ ۱۰/اپریل ۲۰۲۱ء